دکھائی دیتی ہیں۔ان وجوہ سے فرہنگ سیرت ایک انفرادی کاوش ہے، جو امتیاز کے ساتھ تادیر زندہ رہے گی۔آخر میں یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ اسے سیرت ایوارڈ بھی دیا جاچکا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ کسی ایوارڈ کے لیے ایسی کتب کا انتخاب خود ایوارڈ کے کو اعتبار میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور مولف علام کو اجرِ جزیل سے نوازے۔

نام کتاب: خطبات سرگودھا

مولف: ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

مرتب: ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

ناشر: یونیورسٹی آف سرگودھا

قیمت: درج نہیں

صفحات: ۳۰۴

تبصرہ نگار: سید عزیز الرحمٰن

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی آج کی دنیائے سیرت کا معتبر ترین نام اور خصوصیت سے پاک و ہند کے سیرت نگاروں کے لیے استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔جس تنوع اور توسیع کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے مطالعۂ سیرت آگے بڑھایا ہے، اور اس کے نئے نئے گوشے وا کیے ہیں، وہ ان ہی کا امتیاز ہے۔آپ کی کتب تسلسل سے سامنے آتی رہتی ہیں، اور ان صفحات میں ان پر تبصرہ بھی ہوتا رہا ہے۔السیرہ کے قارئین طویل عرصے سے آپ کی نگارشات سے بھی متمتع ہو رہے ہیں، فللہ الحمد۔اس کے ساتھ ساتھ خصوصیت کے ساتھ پاکستان میں آپ کے محاضرات اور خطبات کا سلسلہ بھی جاری ہے، اور اس حوالے سے پاکستان کی متعدد جامعات کو یہ شرف حاصل ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے فیضان علم سے ان جامعات کے اساتذہ، فضلا اور طلبہ کو متمتع کیا ہے۔ان جامعات میں جامعہ سرگودھا بھی شامل ہے۔

مارچ ۲۰۱۵ء میں ڈاکٹر صاحب نے یونیورسٹی آف سرگودھا میں دس خطباتِ سیرت عطا کیے۔یہ تمام عنوانات تفصیلی مطالعے کا تقاضا کرتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے یہ خطبے اب اشاعتی مرحلے سے گزر کر ہمارے سامنے ہیں۔

ان خطبات کے عنوانات یہ ہیں:

۱۔مکی عہد نبوی کی تقسیم نگارش، مولفین سیرت کے عجز وتصورات کے آداب

۲۔قبل بعثت مکی حیات طیبہ کی اہمیت

۳۔مکی عہد نبوی کے اہم ترین سنگ میل

۴۔مکی دلائل نبوت ومعجزات

۵۔مکی دور میں دین وشریعت اسلام کا ارتقا

۶۔اقتصادی ومعاشی زندگی

۷۔مکی دورنبوی میں علوم اسلامی کا ارتقا

۸۔مکی تہذیب وتمدن

۹۔تعمیر وفن تعمیر

۱۰۔مکی دور میں علوم وفنون کا ارتقا

یہ خطبات تصحیح اور خود ڈاکٹر صاحب کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوئے ہیں۔ان کے موضوعات میں جہاں ایک جانب روایتی سیرت نگاری کا تسلسل نظر آتا ہے، وہیں ڈاکٹر صاحب کی جودتِ طبع کے مظاہر بھی موجود ہیں۔لیکن ایک بات قابل وضاحت ہے، جس کی جانب اپنے ان خطبات کے کئی ایک حواشی میں ڈاکٹر صاحب نے خود بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ان خطبات کے کئی ایک مباحث اس سے قبل ڈاکٹر صاحب کی چند کتب اور مقالات میں آچکے ہیں، ان میں خصوصیت کے ساتھ مکی اسوۂ نبوی، مکی عہد میں اسلامی احکام کا ارتقا، اور عہد نبوی میں قریش وثقیف تعلقات شامل ہیں۔ان خطبات کے زیادہ تر حصے میں ڈاکٹر صاحب نے اس نکتے کی وضاحت کی ہے اور دلائل کے ساتھ اپنے موقف کو موثق بنایا ہے کہ مکی عہد میں بہت سے احکامات نازل ہو چکے تھے، جنہیں اصل ماخذ سے مراجعت نہ کرنے کے سبب بعد والوں نے عہد مدنی سے متعلق قرار دے دیا۔اسی طرح انہوں نے نزولِ قرآن کریم کے حوالے سے بھی عہد مکی کے امتیازات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور اس کے کئی نکات واضح کیے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے: ص ۸۸۔۹۰)

ایک خطبے میں ڈاکٹر صاحب نے ان دلائل نبوت اور معجزات سے بحث کی ہے، جو مکی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔اس مجموعے کے اہم ترین خطبات میں خطبہ ہشتم ''مکی تہذیب وتمدن'' اور خطبہ نہم ''تعمیر وفن تعمیر'' ہے۔ان خطبات کے اجزا اگرچہ ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''عہد نبوی کا تہذیب وتمدن'' میں بھی

ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، مگر یہاں اپنی نئی ترتیب میں اضافوں اور ڈاکٹر صاحب کے مخصوص تجزیاتی اسلوب کے ساتھ مذکور ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے صحیح معنیٰ میں فنِ سیرت کو برتا اور اس کے مضامین کو مربوط کیا ہے، تسلسل کے ساتھ مطالعۂ سیرت کے دوران جہاں جہاں خلا محسوس ہوتا ہے، ڈاکٹر صاحب کی کاوش سے اس کا بڑا حصہ پُر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر محض معلوماتی نہیں ہے، وہ ذہن کی گرہوں کو کھولنے اور فکری ابہام و اغلاق دور کرنے کا کام بھی کرتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک مقام پر سیرت اور تاریخ پر گفت گو کرتے ہوئے ان کی فنی حیثیت کی تفہیم اس طرح کرتے ہیں:

> اگر چہ دونوں کو مورخین و ناقدین دو الگ الگ خانوں میں رکھتے ہیں اور سیرت کو تاریخ کا حصہ نہیں گردانتے، لیکن اسلام کی تاریخ سیرت انبیائے کرام بالخصوص سیرت فخر آدم ﷺ کے بغیر ناقص ہے، بل کہ وہ دونوں مل کر ہی جڑواں فن بنتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت بالعموم اب فن سیرت کا نام و معیار ہے، اور ہے بھی وہ صحیح بات۔ جس طرح گزشتہ انبیائے کرام کے دین و شریعت کے تمام کامل اور ترقی پذیر جہات نے دین و شریعت محمدی میں تکمیل و عروج پایا تھا، اسی طرح سیر رسولان عظامؑ نے کامل سیرت محمدی میں کمال حاصل کیا اور وہ جامع ترین نبی خاتم النبیین ﷺ کی سیرت مبارکہ میں تمام انبیا کی سیرتوں کا عطر مجموعہ موجود ہے۔ (خطبات سرگودھا: ص ۲۸۴)

اس سلسلۂ خطبات و محاضرات کا آخری خطبہ نہایت دل چسپ ہے، ''مکی دور میں علوم و فنون کا ارتقا'' اس خطبے کے ضمن میں عربی زبان و ادب، سیرت و تاریخ، تخلیق آدم (انسان) کائنات، جغرافیہ، پہاڑ، نباتات، حیوانات وغیرہ کے حوالے سے ان قرآنی بیانات کو پیش کیا گیا ہے، جو عہد مکی میں نازل ہوئے۔

کتاب کا اسلوب وہی ہے، جو ڈاکٹر صاحب کے لیے مخصوص اور ان کی پہچان ہے۔ البتہ بعض مقامات پر یہ اسلوب گنجلک محسوس ہوتا ہے، شاید مباحث کا اغلاق ہے، جو تحریر میں در آیا ہے۔ کتاب سلیقے سے چھپی ہے اور حسن طباعت سے آراستہ ہے۔

نام کتاب: نگارشات سیرت۔ سید عزیز الرحمٰن

مرتبین: ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری۔ حافظ محمد عارف گھانچی

ناشر: کتب خانہ سیرت۔ لی مارکیٹ، کراچی

تبصرہ نگار: پروفیسر عبدالحمید احمد۔ وائس پرنسپل گورنمنٹ ایس ای کالج، بھاولپور

سیرت طیبہ کے حوالے سے آج الحمدللہ لکھنے والوں کی کمی نہیں۔ اسلامی موضوعات پر جو کتب ملک کے طول وعرض میں شائع ہورہی ہیں، ان میں سیرت طیبہ کے حوالے سے شائع ہونے والی کتب کی اشاعت اور تعداد سب سے زیادہ ہے، لیکن ان میں معیاری کتب کی تعداد یقیناً زیادہ نہیں۔ اسی طرح عصر حاضر میں سیرت طیبہ پر لکھنے والوں کی تعداد کافی ہے، مگر ان میں نمایاں ترین نام چند ایک ہی ہیں، جن کی تحریر کو بھی اعتبار حاصل ہے، اور جو اہل علم کے ہاں بھی اپنا مقام رکھتے ہیں۔ ان چند ناموں میں سینئر اور بزرگ حضرات بھی ہیں اور نوجوان بھی، ان میں اہم ترین نام ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کا ہے۔ جن کی کتب، مقالات، لیکچرز اور دروس سیرت اپنا تعارف بڑے وسیع حلقے میں کرواچکے ہیں اور اہل علم کے حلقے میں انہیں یک ساں طور پر قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور ملکی و بین الاقوامی پروگراموں، سیمینار اور کانفرنسوں میں اہتمام سے بلایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سیرت پر لکھا اور خوب لکھا ہے، ان کی کئی کتب شائع ہوچکی ہیں، جن میں تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل، اسوۂ حسنہ چند عملی پہلو، خطابت نبوی، درس سیرت، پاکستان میں اردو سیرت نگاری اور اوراقِ سیرت شامل ہیں۔ مگر اس حوالے سے ان کی بہت سی تحریریں منتشر تھیں۔ مقالات و مضامین پھر شائع ہوجاتے ہیں اور محفوظ بھی کرلیے جاتے ہیں، مگر کتابوں پر تبصرے، مقدمے، دیباچے وغیرہ یک جا نہیں ہوپاتے۔ اردو لٹریچر کے دو اہم نام ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری اور حافظ محمد عارف گھانچی نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور سید صاحب کی اس نوعیت کی تمام منتشر تحریریں جہانِ سیرت کی اس اشاعت خاص کی صورت میں یک جا فرمادی ہیں۔ اس کاوش پر دونوں فضلا کے لیے تبریک وتحسین۔

اس کاوش کا اہم ترین فائدہ یہ ہوا کہ اس بہانے سے جہانِ سیرت کی یاد بھی تازہ ہوگئی ہے، جو برسوں سے تشنۂ اشاعت تھا۔ جہانِ سیرت نے اپنے مختصر حجم کے ساتھ مباحث سیرت کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کا ایک اختصاص کتب سیرت پر تبصرے تھا، مگر پھر اس مجلے کی اشاعت کا سلسلہ برقرار نہ رہ سکا۔ اس نسبت سے بھی جہانِ سیرت کی اس اشاعت خاص ''نگارشاتِ سیرت سید عزیز الرحمٰن'' کی معنویت واضح ہے۔

یہ مجلہ یا اشاعت خاص پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔

انٹرویو

جائزے

تقاریظ

پیش گفتار

اداریے

تبصرے

اس اشاعت کا آغاز سید صاحب کے ایک انٹرویو سے ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے جہاں ایک جانب سیرت نگاری کے حوالے سے اپنے موقف کو واضح کیا ہے، اور اپنے تعلیمی پس منظر کے ساتھ ساتھ اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں کا تعارف کرایا ہے، وہیں انہوں نے جدید رجحاناتِ سیرت نگاری پر بھی کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

> جب سے ہمارے ہاں تخلیقی صلاحیتوں میں کمی واقع ہوئی ہے، اور ہم طرح طرح کے تعصبات کا شکار ہوئے ہیں۔ اس وقت سے ہماری علمی دل چسپی کے محور تبدیل ہو گئے ہیں، اب ہمیں بعض مخصوص نوعیت کے فقہی مسائل اور چند مسلکی و فرقہ وارانہ اختلافات سے ہٹ کر کسی بات سے دل چسپی محسوس نہیں ہوتی۔ ان ہی موضوعات کی طلب ہے، ان ہی موضوعات پر لکھنے اور بولنے والی شخصیات کو اور ان کی لکھی ہوئی کتب کو توجہ ملتی ہے، ان ہی کو سنا جاتا ہے، ان ہی کی کتب کی تقسیم اور فروخت ہوتی ہے، ایسے میں سیرت طیبہ جیسے موضوع پر کوئی کیوں توجہ دے؟ (ص:۲۲)

اس اشاعت کا دوسرا حصہ جائزے کے عنوان سے ہے، اس میں چند اہم شخصیات کی خدمات سیرت کا قدرے وسیع تناظر میں تعارف کرایا گیا ہے۔ ان میں پروفیسر سید محمد سلیم، قاضی اطہر مبارک پوری، شاہ احمد سعید فاروقی مجددی، ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی اور ڈاکٹر محمود احمد غازی شامل ہیں۔ ان میں قاضی اطہر مبارک پوری اور شاہ احمد سعید مجددی کی صرف ایک ایک کتاب کا تعارف پیش کیا گیا ہے، تدوین سیر و مغازی اور سید الانس والجان۔ بقیہ تین حضرات کی مجموعی خدماتِ سیرت کا خصوصیت سے احاطہ کیا گیا ہے۔ اگر چہ ان میں اضافوں اور تجزیے اور نقد کی بہ ہر حال گنجائش موجود ہے۔

کتاب کا تیسرا حصہ تقاریظ اور پیش گفتار پر مشتمل ہے، جو سید صاحب کے قلم سے نکلے ہیں، ان میں ۲۰ کتب پر ابتدایے شامل ہیں۔ ان میں زیادہ تر کتب/کتابچے وہ ہیں، جو ان کے ادارے زوار اکیڈمی پبلی کیشنز سے شائع ہوئے ہیں۔ جب کہ چند دوسرے اداروں کی کتب پر بھی ان کی رائے شامل ہے، اس حصے میں زیادہ تر تحریریں مختصر ہیں، اور تعارفی نوعیت کی ہیں، مگر چند تحریریں کافی معنویت کی حامل ہیں۔ اوران میں عمدہ اسلوب کے جملے اور پیرے پڑھنے کو ملتے ہیں، مثلاً محمد رضا تیمور کی کتاب مطالعہ سیرت عہد بہ عہد پر اپنے ابتدایے کا آغاز فاضل مولف اس عبارت سے کرتے ہیں، یہ کتاب ڈاکٹر محمد احمد غازی کی کتاب محاضرات سیرت کی تلخیص ہے، سید صاحب لکھتے ہیں:

> کوئی فن جب بال و پر نکالتا ہے، اور اپنی ذیلی شاخوں اور عناوین کو فروغ دیتا ہوا ارتقا پذیر ہوتا ہے تو اس کے ابتدائی ذیلی عناوین آگے چل کر مستقل بالذات فنون کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ البتہ یہ عمل اس قدر خاموشی سے طے پاتا ہے کہ اس کے سفر ارتقا کو سمجھنے کے لیے کئی صدی کا وقفہ درکار ہوتا ہے۔ فن سیرت کے حوالے سے یہ کیفیت ہمیں نمایاں نظر آتی ہے۔ وہ فن جو حدیث کے شمر باربطن سے نکلا، پھر سیر اور مغازی کے زیر عنوان متعارف رہا۔ جس کا تاریخ سے بھی تعلق ہے، بل کہ وہ فنی اعتبار سے تاریخ کا ہی حصہ ہے، جو آج ایک جامع و مکمل فن کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے اپنے اصول وضوابط ہیں، اپنے مقاصد و ماہرین و محققین ہیں اور جو خود بہت سے ذیلی فنون کا مجموعہ ہے۔
>
> فن کوئی بھی ہو، جب اس کا آغاز ہوتا ہے تو اس کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے کوئی موجود ہوتا ہے نہ مامور۔ فن جب پرورش پانے لگتا ہے، برگ و بار لے آتا ہے، تب کہیں کسی مورخ کا قلم اور کسی محقق کا ذہن اس جانب توجہ کرتا ہے۔ پھر اس کی تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ (ص:۱۷۲)

کتاب کا چوتھا حصہ اداریوں پر مشتمل ہے۔ اس حصے پر ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کے قلم سے جن رسائل کے خاص سیرت نمبروں کے حوالے سے اداریے نکلے، وہ اداریے شامل ہیں۔ اس حصے میں کل آٹھ اداریے شامل ہیں۔ جو ماہ نامہ مسیحائی، ماہ نامہ تعمیر افکار اور جہانِ سیرت کی سیرت طریبہ کے حوالے سے خاص اشاعتوں کے لیے تحریر کیے گئے ہیں۔ ان اداریوں میں بعض فکر انگیز سوالات بھی اٹھائے گئے ہیں، مثال کے طور پر جہانِ سیرت کے شمارہ ۴، جنوری ۲۰۰۹ء کی اشاعت میں لکھے جانے والے اداریے میں

لکھتے ہیں:

سرقہ نویسی کی روایت بہت پرانی ہے، ادبی دنیا میں اس پر مختلف اوقات میں کام ہوتا رہا ہے گو وہ مسلسل کسی تحریک کی شکل اختیار نہیں کر سکا، مگر مذہبیات میں اکا دکا آوازوں کے سوا کسی مضبوط اور مستحکم روایت کا سراغ نہیں ملتا، یہ ایک علمی خلا ہے جو مردانِ کار کا عرصے سے منتظر چلا آ رہا ہے۔

سیرت نگاری تو مذہبیات کا ہی حصہ ہے اور اسلامی ادب کا ایک ایسا سدا بہار موضوع ہے جس پر ہر ایک لکھنے کا خواہش مند ہے کہ یہ وہ بابِ سعادت ہے، جس سے فیض یاب ہونے کا ہر مسلمان ارادہ رکھتا ہے، مگر ان موضوعات میں شاید سب سے حساس ترین موضوع بھی یہی ہے، اس کی حساسیت کئی وجوہ سے ہے، ایک تو سیرت نگاری ذات رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہے، جن سے عقیدت و محبت کے رشتے ہمارے ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہیں مگر عقیدت میں غلو، عقیدے میں پامالی کا سبب بن سکتا ہے۔

یہ وہ پہلو ہے جس کی طرف خود آں حضور ﷺ نے توجہ دلائی ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، دوسرے اگر تاریخ نویسی کے ذوق میں ذات رسالت مآب ﷺ اور خود مقام رسالت کا قرآنی فلسفہ اور اس کا بیان مجروح ہو جائے تو یہ امر بھی ناقابل معافی ہے، جیسے اگر عدم احتیاط سے کام لیتے ہوئے کوئی بات بلا تحقیق آپ ﷺ کی جانب غلط طور پر منسوب کر دی جائے تو بھی سخت ترین وعید ذات رسالت مآب کی زبانی موجود ہے۔ اس لیے اس راہ پر چلنا آزمائش سے کم نہیں ہے۔ سرقہ ان آزمائشوں سے بھی آگے کی چیز ہے، اس جانب توجہ دلانا اس بنا پر بھی ضروری ہے کہ اس کے نتیجے میں وجود پانے والی کتب نقل در نقل کے رجحان کے نتیجے میں اغلاط اور سرقہ شدہ مباحث کے غلط انتساب کے ساتھ پھیلنے کا سبب بنتی ہیں جن کی نشان دہی بہ ہر کیف اہل علم کا فرض ہے۔ (ص: ۲۱۸، ۲۱۹)

نہ معلوم اس حوالے سے کیا کام ہوا، یہ ایک اہم عنوان تھا، جس پر قلم ایسے ہی لوگ اٹھا سکتے ہیں، جو سیرت لٹریچر پر بھرپور نظر رکھتے ہوں۔

اسی طرح ماہ نامہ تعمیر افکار کی دو جلدوں پر مشتمل ضخیم اشاعت مطالعۂ سیرت اور عصر حاضر کی جلد اول

کے اداریے میں لکھتے ہیں:

> خصوصاً مطالعہ سیرت کو اس نہج سے پیش کرنا کہ دکھوں میں گھری، گرداب میں پھنسی اور سسکتی بلکتی انسانیت کو اس میں اپنے زخموں کا مرہم، دکھوں کا مداوا اور مسائل کا حل دکھائی دے۔ طرح طرح کی ظلمتوں میں گھرے، اندھیروں میں الجھے ہوئے انسان کو اگر اپنا راستہ سجھائی دینے لگے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خدمت ہوسکتی ہے؟ اور آج کی انسانیت کو اس سے زیادہ کیا پیش کیا جاسکتا ہے؟ دنیاوی نعمتوں، ٹیکنالوجی کی فراوانی، وسائل زیست کی وسعتوں اور تنعم و آسائش کے رنگینیوں میں گرفتار دنیا اب سکینت و روحانیت کی متلاشی ہے، جس کی پیداوار کسی قدیم و جدید فیکٹری سے اسے میسر نہیں، سو اس کی ضرورت اسے اگر درِ نبوت تک لے آئے اور اسے رحمت عالم ﷺ کے دامان شفقت والفت سے وابستہ کردے تو اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے؟ عصر حاضر میں مطالعۂ سیرت کا سرنامہ اس نکتے کو ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ (ص:۲۲۶)

کتاب کے آخری حصے میں مختلف کتب سیرت پر تبصرے شامل ہیں۔ ان کتب کی اہم ترین بات یہ ہے کہ یہ گزشتہ ۱۵ برسوں کے دوران شائع ہوئی ہیں، اس طرح ان کتب کے ذریعے جدید اردو سیرت نگاری کے رجحانات اور موضوعات کا جائزہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس حصے میں کل ۵۱ کتب پر تبصرے کیے گئے ہیں، یہاں بھی یہی صورت حال ہے کہ اکثر کتب پر تبصرے مختصر ہیں اور محض تعارفی نوعیت کے جملوں پر مشتمل ہیں۔ مگر بعض تبصرے تفصیل سے کیے گئے ہیں اور ان میں نقد و تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس حصے میں بھی بعض اچھے جملے اور پیرے کو پڑھنے کو ملتے ہیں، جو بصیرت افروز بھی ہیں، معلومات افزا بھی اور چشم کشا بھی۔

حکیم محمد احمد ظفر کی کتاب ''پیغمبر اسلام اور بنیادی انسانی حقوق'' پر تبصرہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> یہ موضوع قدرے حساسیت بھی اپنے اندر رکھتا ہے، کیوں کہ انسانی حقوق کی ترکیب مغرب سے درآمد شدہ ہے، اور اس کے پس منظر میں ایک خاص فکر اور فلسفہ موجود ہے جو اسلامی تعلیمات کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ مغرب کے فکری تسلط کے نتیجے میں جن اصطلاحات سے ہمارا واسطہ پڑا، ان سب کی یہی صورت حال ہے۔ جمہوریت،

مساوات، عالم گیریت، انسانی حقوق، بنیاد پرستی، حریت اور غیر جانب داری وغیرہ کوئی بھی اصطلاح ہو اس کے واضح طور پر دو حصے ہیں۔ ایک اس کا وہ مفہوم جو ظاہری الفاظ سے سامنے آتا ہے، اس کی طرف انسانی ذہن فوری طور پر منتقل ہوتا ہے، اور دوسرا اس کا وہ مفہوم جو خالص مغربی ماحول کی پیداوار ہے، جس میں ان کا معاشی و معاشرتی پس منظر، اس اصطلاح کی ضرورت، وہاں کے ماحول کے مسائل اور مطالبات وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس پس منظر کو پیش نظر رکھے بغیر جب محض ان اصطلاح کے عنوانات کی بنیاد پر کوئی بات کی جاتی ہے تو وہ زمینی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتی۔ یوں اس کے نتیجے میں اس بحث سے اخذ ہونے والے نتائج عام طور پر درست ثابت نہیں ہوتے۔ بعض اوقات نہایت اخلاص اور حسن نیت کے باوجود ان اصطلاحات کا یہ پس منظر صحیح نتائج تک نہیں پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔

یہ سطور اس بنا پر نوک قلم پر آگئیں کہ زیر نظر کتاب بھی انسانی حقوق کے عنوان کے تحت تحریر کی گئی ہے، البتہ اس میں مولف نے صحیح اسلامی فکر کو پیش کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔ مولف نے ابتدا میں انسانی ضرورت پر بات کی ہے اور مقاصد شریعت کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ ہر انسان کے کچھ حقوق ہیں، اور اس کے ذمے کچھ فرائض بھی ہیں، ان کی ادائیگی میں حسن اعتدال پایا جاتا ہے، یہی اسلام کا امتیاز ہے۔ (ص: ۲۸۴)

فاضل مولف نے اپنے تبصروں میں اغلاط کی نشان دہی بھی کی ہے، مگر عمل میں ان کی ''ٹون'' مدہم رہی ہے، شاید یہ ادب سیرت کا تقاضا ہو، ورنہ اہل نقد عموماً تلخ نوائی سے ہی اپنا تعارف کراتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ۔ چناں چہ ''مصطفیٰ مدنی عالمی ریاست'' نامی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان کا تقاضا تو یہ تھا کہ موجودہ صورت حال کے تناظر میں اسلامی ریاست کے خدوخال اور اس کے قیام کی راہ میں رکاوٹوں اور ان کے سد باب کا ذکر کر کے نظری مباحث کے ساتھ ساتھ وہ عملی اقدامات تجویز کیے جاتے، جن کی روشنی میں یہ ہدف حاصل کرنا ممکن ہو سکے۔ لیکن اس پہلو سے یہ باب کوئی رہ نمائی فراہم کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ (ص: ۳۲۰)

شش ماہی مجلّے جہات الاسلام کے سیرت نمبر پر تبصرے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دوسرا مضمون اسمائے رسول ﷺ کی معنویت کے عنوان سے ہے، مگر یہ عنوان مضمون سے مطابقت نہیں رکھتا، مضمون میں رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی کے ماخذ احادیث میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ بات عنوان سے واضح نہیں ہوتی، نیز یہ مضمون اپنی معلومات کے لحاظ سے بھی تشنہ معلوم ہوتا ہے۔

تیسرا مضمون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے عالمی اجتہادی اداروں کی آرا کے تجزیے کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ یہ مضمون بھی نہایت مختصر اور اپنے موضوع کے محض چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ص: ۳۰۰)

یہ اشاعت خاص مجموعی طور اچھی پیش کش ہے اور فاضل مرتبین اس پر ستائش کے حق دار ہیں۔ آغازِ اشاعت میں معروف دانش ور پروفیسر انوار احمد زئی کی تقدیم بھی شامل ہے۔ پروفیسر صاحب نے جہاں اس موضوع کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، وہیں اس کاوش کا بھی بلند الفاظ میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

نگارشاتِ سیرت.... دراصل ایسی تصنیف ہے جو بہ جائے خود بے شمار تصانیف کا پتہ دیتی ہے۔ اس میں سیرت کے موضوع پر عہدِ جدید سے لے کر عصرِ قدیم تک میں جو کام ہوئے ان پر مشتمل تبصرے، تذکرے، حوالے اور استنادی شندرے یک جا نظر آتے ہیں۔ اسی طرح اس کتاب میں مختلف جائزے، اداریے، انٹرویو، تقاریظ اور تبصرے موجود ہیں، جن سے طالبانِ علم کی پیاس بجھتی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔ یقیناً تفہیم سیرت کی پیاس سیرابی کی منزل سے قبل ہی خود فراموشی کے مرحلے سے ہم کنار ہو جاتی ہے۔ یوں یہ کتاب ایک طرف تو سیرت نگاروں کے لیے ذخیرۂ علمی کا ثبوت ہے تو دوسری طرف سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے مینارۂ نور اور سب سے بڑھ کر مدارس کے طلبہ کے لیے استعارۂ نصاب بھی۔

سید عزیز الرحمٰن نے اس تصنیف میں سیرت پر لکھی جانے والی مختلف کتب کے ساتھ ساتھ متعدد مجلوں اور شماروں کے متون پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ مگر یہ تبصرے بہ غرض تعریف نہیں بل کہ بہ غرضِ تفہیم کیے گئے ہیں۔ گویا کہ جہاں مجلوں میں موجود مقالوں کی قدر و منزلت کی بات آئے تو ان کی تعریف و توصیف موجود ہے اور اگر صورت حال اصلاح طلب ہو تو تنقید کی کیفیت خود بہ خود سامنے آجاتی ہے۔ مگر یہ تنقید بہ صورتِ تنقیص بھی نہیں بل کہ اس

میں بھی ایک طرح حسن انتقاد موجود ہوتا ہے۔(ص ۱۸،۱۹)

یہ مجلّہ سلیقے سے مرتب ہوا ہے، البتہ چند باتیں کھٹکتی ہیں۔ جن کی جانب اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔ آغاز میں فہرست میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ خصوصاً تقاریظ اور پیش گفتار والے حصے میں کتابوں کے نام موجود ہیں، مگر مولف کا نام کہیں کہیں ہے، ہر جگہ اس کا التزام نہیں ہے۔

۲۔ مجلّے میں تاریخ اشاعت ہی موجود نہیں ہے۔

۳۔ اکثر تبصروں میں تعارفی رنگ نمایاں ہے، نقد و تجزیے کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ جہانِ سیرت کی اشاعت خاص سیرتی ادب میں نمایاں جہت کا اضافہ ہے، اور اس کے ذریعے اسّی سے زائد کتب سیرت کا تعارف ہمارے سامنے آجاتا ہے۔